فکر و نظر ------ اسلام آباد　　　جلد: ۳۲　شمارہ: ۴

انتقادی مقالہ

ڈاکٹر ایس ایم زمان ☆

عنوان کتاب	:	ازواج مطہرات اور مستشرقین
مصنف	:	ظفر علی قریشی
مترجم	:	آسی ضیائی
ناشر	:	ظفر علی قریشی ۔DI۔II۔ ۸۴۷ ٹاؤن شپ ۔ لاہور۔
صفحات	:	۱۳+۶۱
سن اشاعت	:	۱۹۹۴ء
کاغذ کمپوزنگ	:	گوارا
طباعت تجلید	:	گوارا
قیمت		پچاس روپے

زیر نظر کتاب جناب ظفر علی قریشی کے ایک انگریزی مقالہ کا اردو ترجمہ ہے جو چوتھی بین الاقوامی سیرت و سنت کانفرنس منعقدہ جامعہ ازہر قاہرہ میں پیش کیا گیا تھا اور بعد میں نیشنل ہجرہ کونسل اسلام آباد کی طرف سے The Mothers of the Believers (Ummahatul Mominin) کے عنوان سے ۱۴۰۶/ ۱۹۸۶ میں شائع ہوا (ضخامت ۶۵ صفحات)۔ پروفیسر ضیاء آسی نے اسے اردو کا لبادہ پہنایا ہے اور مصنف نے اسے اپنے اہتمام سے اس کے اصل عنوان ازواج مطہرات ؓ اور مستشرقین کے ساتھ شائع کیا ہے۔

جناب ظفر علی قریشی ایک مدت تک اسلامیہ کالج لاہور سے بطور اسسٹنٹ پروفیسر (اسلامیات) وابستہ رہے۔ مگر ان کی اصل وجہ شہرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت

☆ سابق ڈائریکٹر جنرل، ادارہ تحقیقات اسلامی، اسلام آباد

© Dr Muhammad Hamidullah Library, IIU, Islamabad.　　http://iri.iiu.edu.pk/

مبارکہ کے حوالے سے مستشرقین کی تحریروں کا وہ بے بدل ذخیرہ ہے جسے ان کا اثاثہ حیات سمجھنا چاہیے۔ شاید ہی پاکستان کے کسی مکتبہ میں اس موضوع پر اتنا جامع ذخیرہ موجود ہو' اسی پر بس نہیں اس موضوع پر مطالعہ کتب کے دوران پروفیسر صاحب کی یادداشتوں' اقتباسات اور انتخابات پر مشتمل فائلوں کا ایک بہت بڑا مجموعہ بھی ان کی زندگی بھر کے شغف پر دال ہے۔ حسن اتفاق سے مجھے ان کی اس محنت شاقہ کے یہ جیتے جاگتے ثبوت بچشم خود دیکھنے کا موقعہ ملا ہے۔

مخدوم محترم جناب شبیر بخاری کے پیش لفظ کے علاوہ یہ مختصر کتاب ۶۱ صفحات پر مشتمل ہے (بشمول حواشی) و حوالہ جات از ص ۵۱ تا ۶۱)۔ مقالے کا پہلا حصہ "تمہیدی تبصرہ" کے زیر عنوان "مستشرقین کی آنحضورؐ سے عداوت" (ص۱) کے عسکری' سیاسی اور مذہبی اسباب کے جائزہ پر مشتمل ہے (ص ۱-۴)۔

دوسرے حصے میں یہود و نصاریٰ کے تاریخی پس منظر میں تعدد ازواج کے جواز اور رواج پر بحث کی گئی ہے' اور اسی سیاق و سباق میں رہبانیت کے فلسفہ کے تحت تجرد کی زندگی کی "رسوا کن فضیحتوں" (صفحہ ۸) کی طرف بھی اشارہ کیا گیا ہے۔ یہ پوری گفتگو یہودی اور مسیحی مصنفین کے حوالوں کے ساتھ کی گئی ہے۔ اس کے اختتام پر مصنف اس تمہیدی تبصرہ کا حاصل ان الفاظ میں بیان کرتے ہیں:

> "ان تمام تمہیدی تبصروں کا ماحصل یہ ہے کہ دنیائے مسیحیت اور دنیائے اسلام کے مابین عسکری تصادم اور مسیحیت اور اسلام کے درمیان مذہبی رقابت کی بدولت اکثر مستشرقین اسلام کے بارے میں لکھتے ہوئے سخت تعصب اور جانب داری کا شکار ہو جاتے ہیں ••• ثانیاً یہ تعدد ازدواج اور کنیزوں سے تمتع عظیم عبرانی پیغمبروں اور شاہوں کا باقاعدہ معمول رہا ہے•••" (ص ۱۰)۔

اس ضمن میں ایک قابل غور سوال یہ ہے کہ یہودی اور مسیحی تاریخ میں تعدد ازواج کے اثبات کا کتاب کے موضوع یعنی "ازواج مطہراتؓ اور مستشرقین" سے کیا براہ راست تعلق ہے؟۔ مغربی مصنفین کے حوالوں سے یہ ثابت کر کے کہ "پرانے عہد نامے کے زمانہ میں تعدد ازدواج جائز تھا اور قانون استثناء" نے اسے ممنوع قرار نہیں دیا' داشتاؤں' کنیزوں اور ثانوی بیویوں کی صورت میں تعدد ازدواج مروج تھی (کذا)' حضرت ابراہیمؑ ' حضرت یعقوبؑ اور

حضرت یوسفؑ جیسے بزرگوں کی ایک سے زائد بیویاں تھیں۔ داود اور سلیمان جیسے بادشاہوں نے سیاسی اتحادوں کی غرض سے متعدد بیویاں کیں (صفحہ۵)' عنوان کتاب پر مثبت بحث میں کیا پیشرفت ہوئی ہے؟ سلیمان کی ۳۰۰ حرم (یا بقول ویسٹر مارک ۷۰۰ بیویوں اور ۳۰۰ داشتاؤں) کے تذکرہ' یا ابراہیم' داود اور دیگر حضرات کی داشتاؤں کی طرف اشارہ (ص۵)' یا پوپ جان بست و سوم پر زنا اور محرمات سے بدکاری کے الزام' یا مختلف پادریوں اور صدر راہبوں کی داشتاؤں اور ناجائز اولادوں کے شمار (ص۸) کی کتاب کے موضوع کے تناظر میں کیا افادیت و اہمیت ہے؟۔ پیش لفظ میں بھی تاریخ معاشرت انسانی میں پولی گیمی (تعداد ازواج) اور پولی اینڈری (ایک عورت کی کئی خاوندوں کے ساتھ شادی) کے عمل دخل کی مثالوں کے طور پر راجہ دشترتھ کی بیویوں' دروپدی کے خاوندوں' حضرت سلیمان کی ۷۰۰ بیویوں اور ۳۰۰ لونڈیوں' پندرویں صدی عیسوی میں وجیانگر کے حاکم دیو راجہ کی ۱۲۰۰۰ بیویوں کا ذکر کیا گیا ہے۔ کیا خاکم بدھن اس مکروہ و متعفن تاریخی پس منظر کے حوالوں سے سرور کائناتؐ کی سیرت طاہرہ میں تعدد ازواج کے امر واقعہ کی صفائی دینا مقصود ہے؟ حالانکہ ان تاریخی مثالوں اور حضور کی سیرت میں تعدد ازواج کے درمیان کہیں کسی طرح کے شائبہ مماثلت بلکہ اس کے وہم تک کی گنجائش نہیں۔ اس ناچیز کے خیال میں تو کتاب کے عنوان کے سیاق و سباق میں ان مثالوں کا تذکرہ ہی ایک طرح سے توہین کا پہلو رکھتا ہے۔ اگرچہ مصنف اور تقدیم نگاروں کی حضور کی ذات گرامی سے گہری عقیدت و محبت کے پیش نظر ایسے خیال کا بھی تصور نہیں کیا جا سکتا۔ بہر طور ازواج مطہراتؓ کی بحث میں ان مثالوں کا حوالہ خواہ وہ کسی مقصد سے ہو کوئی جواز نہیں رکھتا اور میری حقیر رائے میں مسلم مصنّفین کو اس بارے میں شدت سے احتیاط کرنی چاہیے۔

کتاب کا اصل موضوع صفحہ ۱۰ سے شروع ہوتا ہے' جہاں فاضل مصنف نے بعض مغربی مصنّفین کی ان تحریروں کے اقتباس دیئے ہیں جن میں صراحتہً یا اشارۃً رسول اکرمؐ کی حیات مبارکہ میں تعدد ازواج کو (معاذ اللہ) آپ کی نفس پرستی پر محمول کیا گیا ہے۔ اس ضمن میں مصنف نے اس موضوع پر اپنی وسعت مطالعہ اور دقت نظر کا ثبوت دیتے ہوئے محض متعصب یہودی یا مسیحی فضلاء کا ہی نہیں بلکہ گبن ول ڈیوراں اور نابیا ایبٹ جیسے مصنّفین کا حوالہ بھی دیا ہے جو سنجیدہ اور معروضی نقطہ نظر رکھنے کی شہرت کے حامل ہیں۔ یہاں مصنف نے محکم طریقہ

استدلال کے ساتھ آنحضور ؐ کی حیات طیبہ کو چار ادوار میں تقسیم کرتے ہوئے واضح کیا ہے کہ ۲۵ سال کی عمر تک آپ نے تجرد کی بے داغ زندگی بسر کی۔ ۲۵سال کی عمر میں آپ نے حضرت خدیجہ ؓ سے نکاح کیا جو اس وقت چالیس سال کی تھیں اور ان کی وفات تک کوئی نکاح نہیں کیا۔ حضرت عائشہ فرماتی ہیں کہ:

"اس پر مجھے رشک آتا تھا اور ایک دن میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا" کیا اللہ نے آپ کو اس سے بہتر بیوی نہیں دے دی تو آنحضور ؐ اس پر بہت ناراض ہوئے اور فرمایا واللہ' اس نے مجھے اس سے بہتر بیوی نہیں دی۔ وہ اس وقت اسلام لائی جب اوروں نے میرا انکار کیا' اس نے میری صداقت کی تصدیق کی جب اوروں نے میری زندگی اجیرن کر دی تھی' اس سے میری اولادیں ہوئیں جبکہ میری اور کسی بیوی سے اولاد نہیں ہوئی" (ص ۱۳)۔

آنحضور ؐ کی حیات مبارکہ کا تیسرا دور (۵۱ سے ۵۴ سال تک)۔ آپ کا دوسرا نکاح حضرت سودہ ؓ سے ہوا جو پختہ عمر کی بیوہ خاتون تھیں۔ حضرت خدیجہ ؓ کے انتقال کے بعد' ہجرت سے تین سال قبل آپ کی زوجیت میں آئیں' اور ۴ سال تک (یعنی حضرت عائشہ ؓ کی رخصتی تک (ا) آپ کی واحد بیوی رہیں۔ گویا ۶۳ برس کی عمر میں سے تقریباً ۵۵ سال تک ایک ہی بیوی آپ کی زوجیت میں رہی۔

اس کے بعد آپ کی زندگی کا چوتھا دور شروع ہوتا ہے۔ اس مدت میں (۵۵ سے ۶۳ سال تک) آپ کی بقیہ شادیاں سرانجام پائیں۔ فاضل مصنف نے ان کا تجزیہ کرتے ہوئے کامیابی کے ساتھ یہ ثابت کیا ہے کہ ان میں سے ہر شادی بنیادی طور پر دین اسلام کی پیش رفت' اپنے رفقاء کے ساتھ مودت و محبت کے رشتہ کی استواری یا دیگر دینی و معاشرتی و سیاسی مصلحتوں کے تحت کی گئی۔ کتاب کا سب سے طویل حصہ (ص ۲۴-۴۱) حضرت زینب ؓ بنت جحش سے آنحضور ؐ کے نکاح کی بحث پر مشتمل ہے۔ کیونکہ یہی نکاح معاندین کی شدید ترین ہرزہ گوئی کا ہدف بنایا گیا ہے۔ بعض ممتاز مستشرقین (جن میں سویڈن کے مشہور فاضل تور آندرے' شارٹر' انسائیکلو پیڈیا آف اسلام کے مقالہ نگارVacca اور ڈکشنری آف اسلام کے مولف ہیوز شامل ہیں) کے اعتراضات کے اقتباسات درج کرنے کے بعد مصنف نے ان کے مدلل جوابات ہی نہیں دیئے بلکہ

ڈاکٹر لاشٹر، منٹگمری واٹ، ٹامس کار لائل، سٹوبارٹ، باس ورتھ سمتھ، سٹینلے لین پول جیسے مشہور و معروف فضلاء کے تبصرے بھی نقل کئے ہیں جن میں انہوں نے معروضیت و معقولیت پسندی کے ساتھ واقعاتی تجزیہ کے بعد عظمت رسول کی شہادت دی ہے۔ ٹامس کار لائل کا اقتباس اس لائق ہے کہ اسے اس تبصرہ میں بھی نقل کیا جائے:

"محمد (صلعم) کے بارے میں اور کیا کچھ بھی کہا جائے وہ خواہش نفس کے غلام ہرگز نہیں تھے، ہم بڑی غلطی کریں گے اگر اس انسان کو (معاذ اللہ) ایک عام سا نفس پرست سمجھ لیں۔ جو سفلی جذبات بلکہ کسی بھی لطف اندوزی کا مریض ہو، آپ کا گھرانا تنگ دست تھا، آپ کی عام غذا جو کی روٹی اور پانی تھا، بسا اوقات مہینوں ان کے ہاں چولہے میں آگ نہ جلتی تھی، سیرت نگار فخریہ لکھتے ہیں کہ آپ اپنی جوتیوں کی خود مرمت کر لیتے تھے، اپنی عباء میں خود پیوند لگا لیتے تھے، وہ ایک غریب، شفقت کرنے والے، کم وسیلہ شخص تھے جو ہر اس چیز سے بے نیاز تھے جس کے لئے عام آدمی مشقت کرتے ہیں، میں تو کہوں گا کہ وہ برے انسان نہ تھے، ان میں ہر قسم کی بھوک سے بہتر کوئی شے تھی ورنہ وہ اجڈ عرب لوگ جو تیئس سال تک ان کے اشارے پر (دشمن) سے بر سر پیکار رہے اور ہمیشہ ان (نبی کریم صلعم) کی مصاحبت میں رہے، ان کا ایسا احترام نہ کرتے، کسی شہنشاہ کی تاج وکلاہ سمیت ایسی اطاعت نہیں ہوئی۔ جیسی اس شخص کی جو اپنی عباء میں خود پیوند لگا لیتے تھے"۔ (ص ۴٦)۔

حضرت زینب رض بنت جحش سے حضور ؐ کی شادی پر معترضین کے حملوں کا محکم عقلی و نقلی دلائل سے تشفی بخش دفاع کرنے کے بعد، نہایت افسوس سے کہنا پڑتا ہے کہ، مصنف، مغربی "نقادوں کے دوہرے معیار" کے اثبات کیلئے حضرت داود کی طرف مراجعت کر گئے ہیں۔ صفحہ ۴۴ اور ۴۵ اس لاحاصل اور میرے نزدیک توہین کا دقیق پہلو رکھنے والے قصہ پر مشتمل ہیں۔ اگر حضرت داود یہود و نصاری کے نزدیک متعدد حرم رکھنے کے باوجود اپنے ایک وفادار سپاہی اوریاہ کی بیوی بت شبع کو ورغلانے (معاذ اللہ) اور اس سے جنسی تمتع کیلئے اس کے خاوند کو محاذ جنگ پر قتل کروانے کے مرتکب ہوئے بھی ہوں تو یہ بات کیسے حضور ؐ کی کسی بھی شادی سے کوئی مناسبت رکھتی ہے کہ اس سلبی دلیل کا لانا ضروری ٹھہرے۔ اول تو قرآنی تصویر کے مطابق حضرت داود

ایک صاحب کتاب نبی ہونے کے حوالے سے ہمارے نزدیک ایسی کسی مکروہ و مذموم حرکت کے مرتکب نہیں ہو سکتے تھے۔ اس لئے اس تہمت کو بطور دلیل نقل کرنا خواہ وہ یہودی و مسیحی معترضین کے لئے الزامی جواب کے طور پر ہو کسی طرح درست قرار نہیں دیا جا سکتا۔ مزید بر آں عہد نامہ عتیق کے مطابق حضرت داود کی حیثیت محض اسرائیل کے ایک بادشاہ کی تھی' لہٰذا ان کا کوئی فعل اس سیاق و سباق میں استدلال کے لائق نہیں ہو سکتا۔ اس سے بھی زیادہ اہم بات وہ ہے جو میں نے شروع میں کی ہے کہ ازواج مطہرات؄ یا حضور ؐ کی شادیوں پر معاندین کے اعتراضات کے دفاع کا صحیح منہج و اسلوب تاریخ کی روشنی میں ان کا مدلل رد ہے۔ (جو بر سبیل مثال حضرت زینب کے ضمن میں نہایت کامیابی کے ساتھ کیا گیا ہے) کثرت ازواج کی جائز و ناجائز مثالیں تاریخ کے اوراق سے ڈھونڈ کر لانے میں نہیں۔

کتاب کے آخر میں ۱۳۳ حواشی و حوالہ جات ہیں جن میں تاریخ کے طالب علم کے لئے نہایت مفید قدیم و جدید ماخذ کی طرف رہنمائی ملتی ہے۔ ترجمہ بالعموم بامحاورہ اور موزوں ہے اگرچہ بعض الفاظ کے اردو مترادف زیادہ مناسب معلوم نہیں ہوتے مثلاً گاڈفرے ہگنز کی کتاب An Apology for Mohammad کا ترجمہ "اعتزار محمد" (کذا) وہ مفہوم ادا نہیں کرتا۔ مزید یہ کہ اعتزار کا املاء کتاب میں متعدد بار "ذ" کی بجائے "ز" سے لکھا گیا ہے۔ محتاط نظرثانی سے ترجمہ کو مزید بہتر بنانے کی گنجائش بھی موجود ہے۔

سیرت نگاری کی تاریخ میں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی شادیوں کو ان کے صحیح تناظر میں پیش کرنے کی سعادت کئی مسلم اور غیر مسلم فضلاء کو حاصل ہوئی ہے۔ اردو زبان کے حوالے سے شمس العلماء نذیر احمد کی امھات الامہ (دہلی' شمسی پریس'؟) کا ذکر بر سبیل مثال کیا جا سکتا ہے۔ جو اس موضوع پر ایک مبسوط کتاب ہے۔ زیر نظر کتابچہ کی امتیازی حیثیت یہ ہے کہ اس کی تدوین میں مستشرقین کے اعتراضات کو ہی خصوصیت سے ملحوظ رکھا گیا ہے۔ ظاہر ہے کہ غیر مسلم محققین سے یہ توقع رکھنا قرین انصاف نہیں ہوگا کہ وہ اپنی تحریروں میں ہمارے نقطہ نظر یا معتقدات کی پوری ہمنوائی کریں گے۔ کتاب کے عنوان کی رعایت سے شاید یہ زیادہ مناسب ہوتا کہ ان ممتاز مستشرقین کا ذکر کیا جاتا جنہوں نے ازواج مطہرات کی تاریخ یا اس کے کسی پہلو کو خصوصیت سے اپنا موضوع بنایا ہے اور ان کی تحریروں کی روشنی میں اس گروہ کے متعصب

جانبدار مصنفین اور معروضیت و معقولیت کا رویہ اپنانے والے اعتدا پسند محققین کی نشاندہی کی جاتی تاکہ اس موضوع پر لکھنے والے مستشرقین کی نمایاں تحریریں اپنے محاسن و معائب کے ساتھ قارئین کے سامنے آ جاتیں۔ ازواج مطہراتؓ یا رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی شادیوں پر مجموعی بحث یا امہاتؓ المومنین میں سے بعض کی سیرت پر انفرادی تحریروں کا الگ الگ جائزہ لیا جا سکتا تھا۔ دوسری صورت یہ ہو سکتی ہے کہ ازواج مطہراتؓ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی شادیوں پر مستشرقین نے جو اعتراضات کئے ہیں صرف ان پر توجہ مرکوز کر کے ان کے ملاحظات کا علمی تجزیہ کیا جائے۔ فاضل مصنف نے قریب قریب یہی راستہ اختیار کیا ہے' غیر متعصب و حق پسند مستشرقین کے حوالے انہی اعتراضات کے جوابات کے ضمن میں آ گئے ہیں۔

کتاب کا اختتام Vaglieri کے ایک اقتباس پر کیا گیا ہے جس کا کچھ حصہ یہاں نقل کر دینا بے جا نہیں ہو گا:

> "دشمنان اسلام ... کی کوشش ہے کہ ... آپؐ کو اپنے مشن سے عدم مطابقت رکھنے والا کمزور کردار کا حامل قرار دیا جائے۔ وہ اس امر پر توجہ نہیں دیتے کہ اپنی زندگی کے ان تمام برسوں کے دوران' جب فطرتاً انسان کی جنسی طلب سب سے زیادہ قوی ہوتی ہے' باوجودیکہ آپ اس معاشرے میں رہتے تھے جہاں ... تعدد ازدواج کا دور دورہ تھا اور جہاں طلاق فی الواقع بہت ہی آسان بات تھی' آپ کا نکاح صرف ایک خاتون خدیجہؓ سے ہوا' جو عمر میں آپ سے بہت بڑی تھیں۔ ... جب وہ وفات پا گئیں اور آپ خود ۵۰ سال سے بھی اوپر کے ہو گئے تبھی آپ نے دوسرا نکاح کیا اور پھر کئی نکاح کئے اور ان میں سے ہر نکاح کی کوئی سماجی یا سیاسی وجہ تھی ... صرف ایک عائشہؓ کے سوا' آپ نے جن خواتین سے نکاح کئے وہ نہ کنواری تھیں نہ نوجوان اور نہ حسین و جمیل' تو کیا یہ نفس پرستی تھی؟"۔ (ص۵۰)

حواشی

۱۔ حضرت خدیجہ کی وفات قول راجح کے مطابق بعثت کے دسویں سال رمضان المبارک کے مہینہ میں ہوئی۔ (سید سلیمان ندوی' سیرۃ حضرت عائشہ صدیقہؓ' کراچی' اردو اکیڈمی سندھ' ۱۹۸۴ء' ص ۲۴: عباس محمود العقاد' الصدیقۃ بنت الصدیق' مصر' دارالمعارف' ط ۳' ص ۶۱)۔ حضرت عائشہؓ کی نسبت شوال دس عام النبوۃ میں مکہ معظمہ میں انجام پائی اور ۲ ھ میں مدینہ منورہ میں رخصتی ہوئی۔ حضرت عثمانؓ بن مظعون (المتوفی ۲ھ) کی بیوی خولہ بنت حکیم حضورؐ کا عندیہ پا کر پہلے حضرت ابوبکرؓ کے ہاں گئیں۔ ان کے ذہن میں دو باتوں کی بنا پر تردد تھا اولاً یہ کہ منہ بولے بھائی کی بیٹی سے نکاح کیونکر ہو سکتا ہے۔ خولہؓ کی زبانی آنحضرت کی طرف سے ہدایت ملی کہ "ابوبکر میرے دینی بھائی ہیں اور اس قسم کے بھائیوں کی اولاد سے نکاح جائز ہے" تو ابوبکرؓ مطمئن ہو گئے۔ دوسرا مسئلہ یہ تھا کہ عائشہؓ کی نسبت مطعم بن عدی کے بیٹے جبیر نے ہو چکی تھی۔ (اس ضمن میں سید سلیمان ندوی صاحب سے قدرے سہو ہوا ہے۔ نسبت جبیر بن مطعم کے بیٹے سے نہیں بلکہ مطعم بن عدی کے بیٹے جبیر سے ہوئی تھی۔ (سیرت عائشہ' ص ۲۵) یہ وہی مطعم بن عدی ہیں جنھوں نے شعب بنی ہاشم میں "محصور" بنو ہاشم کے قریش کی طرف سے مقاطعہ کی دستاویز پھاڑ ڈالی تھی اور سفر طائف سے واپسی پر آنحضرتؐ کو اپنے قبیلہ کی پناہ میں لے لیا تھا۔ اگرچہ اسلام نہیں لائے مگر ۲ھ میں معرکہ بدر سے پہلے وفات پائی تو حسان بن ثابت نے ان کا مرثیہ کہا۔ ابوبکرؓ مطعم کے پاس گفتگو کے لئے گئے تو اس کی بیوی نے یہ خدشہ ظاہر کر دیا کہ اس شادی سے ہمارا بچہ صابی ہو جائیگا۔ اب حضرت ابوبکرؓ نے فراغت خاطر سے ہاں کر دی۔ اور حضرت عائشہؓ کی نسبت آنحضورؐ سے طے پا گئی۔ اس کے بعد حضرت سودہؓ بنت زمعہ سے شادی طے پائی۔ گویا حضرت عائشہؓ کی نسبت حضرت سودہؓ کے نکاح سے پہلے مگر رخصتی قریباً چار سال بعد ہوئی۔ (محب الدین احمد بن عبداللہ الطبری المتوفی ۶۹۴ھ' السمط الثمین فی مناقب امہات المومنین' حلب' ۱۳۴۶/ ۱۹۲۸' ص ۱۰۲)۔

۲۔ انسائیکلو پیڈیا آف ریلیجن اینڈ ایتھکس (۱۲ مجلدات' ایڈنبرا/ نیویارک' ٹی اینڈ ٹی کلارک/ چارلس سکر برز سنز' ۱۹۰۸ ۔ ۱۹۲۱ء۔ (طبع ۴' ۱۹۵۹ء) میں "David" کے مادہ کے تحت کوئی اندراج نہیں ہے۔ "Darwinism" اور "Dasnamis" کے مادوں کے بعد اگلا مادہ "Dāwūd B. AlīB. Khalaf" (داود الظاہری) آ جاتا ہے۔ البتہ "Israel" (اسرائیل) کے مادہ کے تحت ان کا ذکر اسرائیل کے بادشاہ کے طور پر موجود ہے (جلد ۷' ص ۴۳۹۔ ۴۵۶)۔ بطور نبی ان کا ذکر اسلامی حوالے سے "Festivals and Fasts" (تہوار اور روزے) کے مادہ میں صوم داودی کے ضمن میں آتا ہے۔ یعنی ایک دن روزہ رکھنا اور دوسرے دن روزہ چھوڑ دینا (جلد ۵' ص ۸۸۴)۔ ماضی قریب میں امریکہ سے شائع ہونے والے انسائیکلو پیڈیا آف ریلیجن' جلد ۴ (نیویارک / لنڈن' میکملن پبلشنگ کمپنی /

کالیئر میکملن پبلشرز' ۱۹۸۷ء) میں البتہ "David" کے مادہ کے تحت اولاً ان کا ذکر اسرائیل کے دوسرے بادشاہ (قریباً ۱۰۰۰ ق م سے ۹۶۰ ق م تک) کے طور پر آتا ہے اور پھر ضمنی عنوان:
(David in Rabbinic Judaism, Christianity and Islam). کے تحت ۔ Post - Biblical یہودیت میں صاحب مزامیر کی حیثیت سے ان کا شمار بطور پیغمبر ہونے کی طرف اشارہ ہے۔ متاخر عبری روایت میں حضرت داود کی حیثیت کا تطور اسرائیل کے دوسرے بادشاہ اور طالوت (Saul) کے جانشین سے من جانب اللہ وحی پانے والے پیغمبر تک کس طرح ہوا؟ پہلے انہیں عہد نامہ عتیق کے جزء سفرالمزامیر (psalter) کے غالب حصہ کا مصنف قرار دیا گیا پھر اس میں اسرائیل کی مقدس حمدیہ نظموں اور دعاوں اور شریعت (توراۃ) کی توصیف کی بنا پر داود کو توراۃ کی شریعت پر سند مانا گیا اور پھر Psalter کی مقدس حیثیت کے ناتے انہیں ایسا پیغمبر تسلیم کر لیا گیا جن کے ذریعے خداوند اسرائیل سے مخاطب ہوا اور اسرائیل کو اپنی وحی بھیجی۔ یہودی روایت میں داود کی حیثیت کی قلب ماہیت میں عہد نامہ عتیق کی روایت کے بعض عناصر (بالخصوص اوریاہ کی بیوی بت شبع کا قصہ) خاصی دشواری پیدا کرتے تھے۔ ان کی تاویل اس طرح کی گئی کہ ان واقعات میں بھی خدائی مصلحت تھی کہ داود کو توبہ اور ندامت کا نمونہ بنا کر اسرائیل کے گنہگاروں کے لئے امید اور حوصلہ افزائی کی گنجائش پیدا کی جائے۔ عہد نامہ جدید کے مطابق عالم عیسائیت نے داود کو Psalms کے مصنف کی حیثیت سے پارسائی کی مثال اور خدائی وحی کا حامل پیغمبر تسلیم کیا۔ عہد نامہ عتیق کے مابعد کی ان تاویلات کے باوصف عہد نامہ عتیق میں ان کی حیثیت صرف اسرائیل کے بادشاہ کی ہی ہے۔